زیادہ ہوتا تھا۔ ان کی نظمیں عام طور پر صاف سپاٹ اور رواں ہوتی تھیں ان کے اُٹھ جانے سے زبان و ادب کی بزم میں جو جگہ خالی ہوئی ہے توقع نہیں کہ وہ آسانی سے پُر ہو سکے۔ آئندہ نسلیں ان کو یاد کریں گی اور ان کا نام بڑی عزت و احترام کے ساتھ لیں گی۔ ضرورت ہے کہ ان کی کوئی مستقل یادگار قائم کی جائے تاکہ ان کی مستقل اور بلند خدمات کا کچھ تو اعتراف و تشکر اہل زبان کی طرف سے ادا ہو سکے اور ان کی آتما کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ "مرے بھتے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے"۔

گزشتہ ماہ کا برہان چھپ کر آیا اور اس کے نظرات کے پہلے صفحہ پر ہی غالب مرحوم کے شعر میں بھی گھٹ گھٹ کے نہ مر جائیے دوسرے مصرعہ پر نظر پڑی تو بجائے لفظ "غم خوار" کے "خونخوار" دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ گویا کسی نے سینہ میں خنجر اتار دیا ہے۔ شعر کی ساری بلاغت اور خوبی لفظ "غم خوار" میں ہی ہے۔ ورنہ دوسرے مصرعہ کا پہلے مصرعہ سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔ میرے حاشیۂ گمان و تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ بجائے "غم" کے "خون" کا لفظ لکھا جا سکتا ہے لیکن زبانِ قلم سے ادا ہونے سے لے کر زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتے تک الفاظ کو بہت سے مراحل و منازل سے گذرنا پڑتا ہے اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ تبدیلی کہاں ہوئی؟ بات اگرچہ معمولی سی ہے اور صرف ایک دو حرفی لفظ کا ادل بدل ہے لیکن چونکہ اس ادل بدل نے پورا شعر ہی غارت کر دیا جس کی وجہ سے مجھ کو شدید روحانی اذیت پہنچی ہے اس بنا پر ایک نوٹ کے ذریعہ اس پر متنبہ کرنا ضروری تھا۔ مجھ کو شعر و سخن کے اعلیٰ ذوق کا دعویٰ نہیں۔ لیکن الحمد للہ اس قدر بد ذوق یا کور ذوق بھی نہیں ہوں کہ مرزا غالب ایسے شاعر کے شعر میں ایک لفظ کا تصرف کر کے اسے بالکل ہی ملیا میٹ کر دوں اور غالب کی روح کو حسرت و افسوس کے ساتھ یہ کہنے کا موقع دوں کہ "شعر مرا بمدرسہ کہ برد"۔

ایک مرتبہ دیوبند میں طالب علمی کے زمانہ میں کسی نے یہ شعر پڑھا

بچپنا ہے تو ضدیں بھی ہیں نرالی ان کی ۔۔۔ اس پہ مچلے ہیں کہ ہم زخمِ جگر دیکھیں گے

مجھ کو یہ سن کر بڑی گرانی سی محسوس ہوئی اور میں نے کہا کہ بجائے "زخم" کے "درد" ہونا چاہئے وہ صاحب بولے کہ بھلا درد بھی کہیں نظر آتا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! شاعر یہی تو کہنا چاہتا ہے کہ درد اگر کسی عضو ظاہر میں ہو تب بھی کہیں نظر نہیں آسکتا، پھر جگر جو خود ایک عضو مستور ہے اس کا درد میں کہاں سے دکھا دوں! یہی تو ضد کا نرالا پن اور بچپنے کا الھڑ پن ہے۔ زخم فی نفسہ مرئی چیز ہے اور درد غیر مرئی۔ اور پھر وہ بھی جگر کا جو خود غیر مرئی ہے اس کے دیکھنے کا تو کوئی امکان ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ ایک ہی لفظ شعر کو کس قدر بلند کر دیتا ہے اور کتنا گرا دیتا ہے۔

---

[1] اصل مسودہ میں غم خوار ہی ہے کاتب کی غلطی سے غم خوار خونخوار ہو گیا۔ (ظفر احمد)